Volume 02, Issue 03,
October-December 2024
PP: 43-58
Open Access on:
www.alimanjournal.com

AL-IMAN
Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

بیداری عرب تحریک کا ہراول دستہ: بیروت خفیہ سوسائٹی کا قیام اور اثرات

The Vanguard of the Arab Awakening Movement: Establishment and Impact of the Bayrūt Secret Society

Muhammad Ibrahim [1], *Dr. Jamil Ahmad Nutkani*[2]

Article History

Received
11-11-2024

Accepted
17-11-2024

Published
22-11-2024

Abstract & Indexing

ICI WORLD of JOURNALS
ASIAN Research Index
Signatory of DORA
ACADEMIA
EuroPub
REVIEWER CREDITS

Abstract

Throughout history, various movements have emerged in different regions of the world, each characterized by distinct motives, objectives, and methods. Among these, the Arab National Movement (Ḥarakah al-Qawmīyah al-ʿArabīyah) or Arab Nationalism (Qawmīyat al-ʿArab), stands out as a significant phenomenon. This article focuses on the origins, objectives, and impact of this movement, which aimed to liberate the Arab nation and its territories from the dominance of the Ottoman Empire (Dawlat al-ʿUthmānīyah). The primary goal of the movement was to achieve autonomy and establish independent governance, free from Ottoman control. Historians often refer to this movement as "The Arab Awakening" (Bīdārī-yi ʿArab Taḥrīk), while in Arabic it is known as either Yaqẓat al-ʿArab or Nahḍat al-ʿArab, meaning "Arab Resurgence." The Arab National Movement was influenced by a variety of factors, including foreign interventions, educational reforms, literary societies, and prominent figures such as Nāṣīf al-Yāzijī, Buṭrus al-Bustānī, Lawrence of Arabia, and Lord Kitchener. However, the Jamʿīyah Sirrīyah Bayrūtīyah played a particularly crucial role in cultivating national consciousness and fostering Arab identity. Based in Beirut (Bayrūt), Lebanon (Lubnān), the society's influence extended to other regions such as Damascus (Dimashq, Syria), Tripoli (Ṭarābulus, Libya), and Sidon (Ṣaydā, Lebanon).

One pivotal moment in the society's efforts occurred during a secret meeting, where Ibrāhīm al-Yāzijī recited a patriotic poem (qaṣīdah) that stirred the spirit of nationalism and freedom among the Arab people. This qaṣīdah became a symbolic rallying cry for Arab unity and resistance. The society also employed covert strategies, such as posting anonymous notices (munasharāt) in public spaces, which criticized the Ottoman regime and encouraged Arab citizens to rise in rebellion. Through its efforts, the Jamʿīyah Sirrīyah Bayrūtīyah significantly contributed to the development of Arab nationalism and played an instrumental role in shaping the Arab National Movement (Ḥarakah al-Qawmīyah al-ʿArabīyah), which remains a cornerstone in the history of Arab political and cultural resurgence.

Keywords

Qawmīyat al-ʿArab, Ottoman Empire, Arab Awakening, Literary Societies, Arab Resurgence, Arab National Movement.

[1]**M.Phil. Scholar, Islamic Research Centre, BZU, Multan.**
muhammadibrahim7182@gmail.com

[2] **Assistant Professor, Institute of Islamic Studies, BZU, Multan.**
jamilnutkani@bzu.edu.pk

All Rights Reserved © 2023 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

HIRA INSTITUTE of Social Sciences Research & Development

OPEN ACCESS

اسباب کی اس دنیا میں دنیا کے مختلف خطوں میں مختلف تحریکیں وقتاً فوقتاً وجود میں آتی رہتی ہیں۔ ہر تحریک کے اپنے اپنے عوامل و محرکات اور اسباب ہوتے ہیں، اسی طرح ہر تحریک کے اپنے اپنے خاص مقاصد بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہر تحریک کو اس کے مقاصد اور طریقہ کار کی مناسبت سے ایک خاص نام دیا جاتا ہے۔ ان مختلف المقاصد تحریکوں میں سے ایک عرب وطنی تحریک یا عرب قوم پرستی کی تحریک تھی، جس کا مقصد عرب علاقوں کو سلطنت عثمانیہ کی ماتحتی سے نکال کر ان علاقوں پر اپنی آزاد اور خود مختار حکومت کا قیام تھا۔ مؤرخین نے اس تحریک کو بیداریٔ عرب تحریک کا نام دیا ہے جبکہ عربی زبان میں اس تحریک کو "یقظة العرب" اور "نہضة العرب" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جبکہ انگریزی زبان میں اس تحریک کے لئے "The Arab Awakening" کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔

مختلف محرکات مثلاً غیر ملکی مشنریوں کی سرگرمیوں، تعلیمی اصلاحات، ادبی سوسائٹیوں اور مختلف شخصیات مثلاً ناصیف یازجی، بطرس بستانی، لارنس آف عریبیہ اور لارڈ کچنر وغیرہ نے عربوں میں قوم پرستی کے تصور کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ لیکن بیروت خفیہ سوسائٹی (Bairut Secret Society) نے عرب قومی تحریک اور عرب قومی شعور و آگہی کی بیداری میں سب سے اہم، کلیدی اور مؤثر کردار ادا کیا۔ اس خفیہ سوسائٹی کا مرکز بیروت تھا۔ تاہم دمشق، تریپولی اور سیدون میں بھی اس کی شاخیں قائم کرلی گئی تھیں۔ اس سوسائٹی کے مخصوص ارکان کی ایک خفیہ میٹنگ میں ابراہیم یازجی نے ایک قصیدے کی صورت میں آزادی اور حب الوطنی پر مبنی ایک نظم دھیمی آواز میں پڑھی۔ یہ نظم عربوں کو شورش و بغاوت پر برانگیختہ کرنے سے عبارت تھی۔ اس نظم نے بھی عرب وطنی تحریک اور قومی و نسلی افتخار کے جذبہ کو پروان چڑھانے میں انتہائی مؤثر اور اہم کردار ادا کیا۔ بیروت خفیہ سوسائٹی کا طریقہ کار، گلیوں میں ایسے گمنام پوسٹروں کا چسپاں کرنا تھا، جن میں ترکی حکومت کی خرابیاں بیان کی جاتیں اور عرب باشندوں کو بغاوت پر اور ترکی حکومت کو اکھاڑ پھینکنے پر برانگیختہ کیا جاتا۔

بیسویں صدی کا ربع اوّل عالمی سطح پر شائد سب کے لیے ہیجان انگیز تھا، مگر دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے یہ ذہنی جھٹکوں کے سال تھے، جب عالمی سطح پر ہونے والی پے در پے تبدیلیوں نے انہیں جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ انہی معمولات میں ایک، جنگ عظیم اول کے دوران، عرب قوم پرستی کی تحریک کے نتیجے میں ہونے والی عرب بغاوت بھی تھی، جس نے سلطنت عثمانیہ کو، جو عالمی سطح پر مسلمانوں کے درمیان اتحاد واتفاق کی واحد علامت تھی، فیصلہ کن شکست سے دوچار کر دیا تھا۔

قوم پرستی کا تصور مغرب سے درآمد ہوا۔ انقلاب فرانس (1789ء) کے نتیجے میں جمہوریت، آزادی اور مساوات کے ساتھ ساتھ قوم پرستی کا تصور بھی پورے یورپ میں پھیل گیا۔ استبدادی شہنشاہیت، آمریت و جاگیرداریت اور کلیسائیت کی مثلث نے یورپ کو دو ہزار سال تک وحشت و بربریت میں غرق رکھا ہوا تھا۔ چرچ کا مذہبی مرکز یورپی ممالک کو ایک رشتہ اتحاد میں منسلک کرنے کا سبب ہو سکتا تھا، مگر خود یہ مرکز حصولِ طاقت میں بادشاہوں اور امراء کے ساتھ نہ صرف شامل رہا بلکہ طلب اقتدار و اختیار میں اس نے ایسے گھناؤنے افعال کا ارتکاب کیا کہ قلم اس کی تفصیل لکھتے ہوئے کانپتا ہے۔

صلیبی جنگوں میں مشرق کے مقابلے میں مغرب نے جس طرح بحیثیت مجموعی شکست کھائی تھی، اس سے اسے اپنی علمی، سیاسی اور معاشی کمزوریوں پر غور و فکر کا موقع ملا۔ اسی سے تیرہویں صدی میں یورپی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوتا ہے۔ یورپ کے سوچنے والوں نے سوچا اور بالکل درست سوچا کہ ان کی تمام ناکامیوں کے اسباب مطلق العنان بادشاہت، سرکش آمریت اور مفاد پرست کلیسائیت میں مضمر ہیں۔ یورپ سے متصل مشرق وسطی کے مسلم ممالک اور مغربی سمت میں واقع مسلم اسپین کے مسلم مفکرین اور فلاسفہ کے خیالات نے اس یورپی نشاۃ ثانیہ میں کردار ادا کیا تھا۔ بہر کیف مغربی فلاسفہ و مفکرین نے شہنشاہیت و آمریت کے خلاف نہ صرف تحریری طور پر محاذ کھول دیا بلکہ مختلف مذہبی و سیاسی اور اصلاحی تحریکوں کا بھی آغاز ہوا۔ ساتھ ساتھ صنعت و حرفت اور سائنسی علوم میں ترقی اور بحری و بری تجارتی راستوں پر اجارہ داری کی وجہ سے

یورپ تیزی سے اپنی منزلیں طے کرنے لگا۔ آزادی فکر و نظر، انسانی آزادی، مساوات، سیاست و حکومت میں قومیت اور جمہوریت کے ذریعے عوامی کردار کے تصورات یورپ کے ہر صاحب قلم اور ہر صاحب نظر کا موضوع بحث بن گئے اور یہ تمام تصورات انقلاب فرانس کی صورت میں دنیائے محسوس میں ظہور پذیر ہوگئے۔

یورپی قوم پرست تصور سے فقط عرب قومی تحریک ہی نے جنم نہیں لیا بلکہ مصری، ترکی، ایرانی اور ہندوستانی قومیتوں نے بھی اسی زمانے میں اپنا اظہار آزادی شروع کر دیا تھا۔ خلافت کا ادارہ جس نے اب تک مختلف رنگ، نسل اور قومیت کے مسلمانوں کو ایک بندھن میں باندھا ہوا تھا، اب کمزور ہو گیا۔ حتیٰ کہ خود ترک قوم بھی خلافت کے تصور کے خلاف اپنی قومیت کے احیاء کی طرف متوجہ ہو گئی۔

اس ردعمل میں عثمانیوں کے ماتحت بسنے والی قوموں مثلاً کردوں اور آرمینیوں میں بھی قوم پرستانہ احساس پیدا ہو گیا۔ تورانیت، ترکیت یا عثمانیت کی تحریک مصطفی کمال اتاترک (بابائے قوم ترک) کے ہاتھوں اپنے حتمی انجام تک پہنچ گئی اور باقی قومیتوں کے مقابلے میں سب سے متشدد اور خلاف اسلام قوم پرستی ثابت ہوئی۔

مصر وہ پہلا ملک تھا جس میں سلطنت عثمانیہ کے خلاف اوّلین باغیانہ خیالات نے جنم لیا۔ انقلاب فرانس کی عقل پرستانہ روشن خیالی کی لہر مصر بھی پہنچی۔ نپولین 1798ء میں مصر میں وارد ہوا۔ مصر پر حملے کے جواز میں نپولین نے یہ نعرہ لگایا تھا کہ وہ مملوکوں کو ختم کر کے مصر پر ترکی سلطان کی حاکمیت قائم کرنا چاہتا ہے۔ مصر پر قبضے کا مطلب تھا بحر احمر پر اجارہ داری، جس سے مسلمانوں کے تین مقدس شہروں، مکہ، مدینہ اور یروشلم، مصر پر قابض قوت کے زیر اثر آجاتے۔ تاہم نپولین کو جلد ہی مصر سے انخلاء کرنا پڑا۔ مگر اس چند سالہ فرانسیسی قبضے کے دوررس اثرات مرتب ہوئے۔ انقلاب فرانس اور مساوات وآزادی کے ان نعروں سے مصری آگاہ ہوئے۔ فرانسیسیوں نے کچھ انتظامی اصلاحات کیں اور نمائندہ مجلسیں بھی قائم کیں۔ نپولین کے ساتھ علمائے مغرب کے ساتھ ساتھ وقت کے ماہرین آثار قدیمہ بھی آئے تھے جنہوں نے مصر کی قدیم تہذیب کو کھود نکالا اور مصریوں میں اپنی مقامی قدیم ترین تہذیب و ثقافت کے متعلق احساس اجاگر کیا، جو قوم پرستانہ خیالات میں ممد و معاون ثابت ہوا۔

بیداری عرب تحریک کے محرکات:

مختلف محرکات نے عربوں میں قوم پرستی کے تصور کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ چند محرکات ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں:

شام کی اوّلین مشنریاں:

عربوں میں قوم پرستی کے رجحان کی ابتداء غیر ملکی مشنریوں کی آمد سے ہوئی۔ غیر ملکی مشنریاں سترہویں صدی کے اوائل میں ہی شام میں ڈیرہ جما چکی تھیں تاہم ان کی سرگرمیاں محدود تھیں اور چند ایک اسکولوں اور درسگاہوں کے قیام اور مذہبی کتابوں کی نشر و اشاعت تک ہی محدود رہی تھیں۔ یہ سب کیتھولک (Catholics) اور اکثر و بیشتر فرانسیسی تھے اور یسوعی (Jesuit)، کاپوچن (Capuchin) یا کارمیلی (Carmelite) مسیحی سلسلوں سے تعلق رکھتے تھے۔

ان میں سب سے زیادہ فعال یسوعی (Jesuits) تھے جن کے شام سے واضح تعلق کا 1665ء میں آغاز ہوا۔ انہوں نے انتہائی احتیاط اور مستقل مزاجی سے اپنا وجود برقرار رکھا اور اپنے کام کو کامیابی سے بڑھاتے رہے یہاں تک کہ 1773ء میں ان کے سلسلے کو دبا دیا گیا۔[1]

امریکی مشنریوں نے بھی عربوں میں قوم پرستی کے تصور کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ شام میں وارد ہوئے اور کیتھولک جماعتوں کو پروٹسٹنٹ بنانا شروع کر دیا۔ جارج اینٹونیس امریکی مشنریوں کی آمد کے متعلق لکھتے ہیں:

"The first Americans had come in 1820. They were presbyterians Working under the auspices of the American Board of control for foreign Missions who, having previously founded a station in Malta, had now felt called to carry their evangelical activities further east. They landed in Beirut, which was their first station and has remained their most important centre.[2]

ترجمہ : اولین امریکی1820ء میں آئے تھے۔ یہ کلیسائی نظام حکومت سے تعلق رکھنے والے پرسبائیٹر ینز (Presbyterians) تھے جو امریکی بورڈ آف کنٹرول برائے غیر ملکی مشنز کی نگرانی میں کام کرتے تھے۔ جنھوں نے مالٹا میں پہلے ہی ایک اسٹیشن قائم کر لیا تھا اور اب انہیں لگا تھا کہ مزید مشرق کی جانب بھی اپنی انجیلی وتبشیری سرگرمیوں کو پھیلا دینا چاہئے۔ یہ بیروت میں اُترے، یہی ان کا اوّلین پڑاوٴ تھا اور بعد میں بھی ان کا اہم مرکز بنا رہا۔

امریکی مشنریاں:

امریکی مشنریوں کو شام میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا کیونکہ شام میں کوئی پروٹسٹنٹ کمیونٹی موجود نہ تھی، لہٰذا نئے معتقدین حاصل کرنے کا ایک ہی ذریعہ تھا کہ دیگر مسیحی فرقوں کے افراد کو اپنا مسلک ومذہب قبول کروادیں۔ چنانچہ ان کی سرگرمیوں کے نتیجے میں مقامی کلیسائیت اور ان کے مابین دشمنی پیدا ہو گئی لیکن انہوں نے اپنی انجیلی وتبشیری مہم کو پورے جوش وخروش سے جاری رکھا۔[3] چنانچہ کیتھولک اور مشائخ کلیسا (پرسائٹیرین) کے درمیان مسابقت ومبارزت کا آغاز ہو گیا جو بعض اوقات اثر ورسوخ میں اضافے اور بالادستی کے حصول کے لیے باہم دگر مقابلے کا سبب ہوتی۔ سب سے بڑھ کر اس تگ ودو نے عربی زبان کے احیاء کو پٹری پر چڑھا دیا اور اس کے ساتھ ہی ایک مختصر مدت میں افکار وتصورات کی ایک تحریک بھی ادب سے سیاست تک جا پہنچی۔[4] 1820ء کے اوّلین داعیوں کے بعد کچھ اور لوگ بھی آئے جن میں ایلی اسمتھ[5] (ELI SMITH) بھی تھا۔

تعلیمی شروعات:

1834ء میں جو اہم واقعات پیش آئے، وہ خاص توجہ کے مستحق ہیں۔ ایک تو عین طورہ (Aintura) کا مردانہ کالج تھا جسے لعازاری فادروں کا دوبارہ کھول لینا، دوسرا واقعہ امریکی مشن کے پرنٹنگ پریس کی مالٹا سے بیروت منتقلی، تیسرا اس شہر میں ایلی اسمتھ اور اس کی بیوی کے ہاتھوں لڑکیوں کے ایک اسکول کا قیام عمل میں آنا اور چوتھا ابراہیم پاشا کا لڑکوں کے لیے پرائمری ایجوکیشن کے ایک وسیع پروگرام کا آغاز۔[3] ان تعلیمی سرگرمیوں نے عربوں میں قوم پرستی کے تصور کو پروان چڑھانے اور عرب قومی شعور وآگہی کی بیداری میں انتہائی مؤثر کردار ادا کیا۔

جارج اینٹونیس ان تعلیمی سرگرمیوں کے عرب قومی شعور وآگہی کی بیداری میں کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"The activities which were set in train in 1834deserve to be regarded as the starting -point of the progress which was afterwards achieved. The revived college of Aintura began to play an important part in the formation of writers and thinkers. The scholastic system introduced by Ibrahim, although short-lived, a powerful stimulus to national education, particularly among the Moslem community: and the start he gave it was all the more far reaching as his system aimed deliberately at awakening Arab national consciousness among the pupils.[6]"

ترجمہ: "1834ء میں جن سرگرمیوں کا ڈول ڈالا گیا تھا، انہیں اس ترقی کا نقطہ آغاز گردانا چاہئے جو بعد کے زمانہ میں حاصل ہوئیں۔ عین طورہ کے کالج نے لکھاریوں اور مفکرین کی ہیئت بندی میں اہم کردار ادا کرنا شروع کر دیا۔ ابراہیم پاشا نے جس مدرسی نظام کو متعارف کرایا، اگرچہ وہ قلیل المدت تھا تاہم اس نے قومی تعلیم کو ایک طاقتور مہمیز عطاء کی، خصوصاً

مسلم کمیونٹی میں اور جس چیز کو اس نے آغاز بخشا وہ اس کے تعلیمی نظام کے اصل ہدف سے بھی دور رس اثرات کا حامل ہوا اور خود بخود ہی طلبہ کے درمیان عرب قومی شعور و آگہی کی بیداری کا سبب بن گیا۔"

مصری نظام:

اس نظام نے پورے ملک میں عسکری پرائمری اسکولوں اور اہم شہروں میں سیکنڈری کالجوں کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ ابراہیم پاشا اپنے وسیع تر سیاسی مقاصد اور عسکری ضروریات کے آلہ کار کے طور پر بھی اسکولوں کو استعمال کرنا چاہتا تھا۔[7] اس نے ایک ممتاز فرانسیسی ماہر تعلیم ڈاکٹر اے کلوٹ[8] کو دعوت دی تاکہ وہ اسے قابل اتباع طریقہ ہائے کار سُجھائے۔ اس نے پرائمری اسکولوں کے علاوہ، دمشق، حلب اور انطاکیہ میں بڑے کالج قائم کیے۔ جہاں طلبہ کو حکومتی خرچے پر رہائش، کپڑے اور تعلیم فراہم کی جاتی اور وظیفہ بھی دیا جاتا۔[9]

اولین ادبی سوسائٹیاں:

امریکی مشن کے ساتھ اپنی رفاقت کے اوّلین ایام میں ہی یازجی اور بستانی نے ایک علمی سوسائٹی کے قیام کے لیے تجویز پیش کر دی تھی۔ اور 1840ء میں اس تجویز کو موثر بنانے کے لیے انہیں آمادہ کیا کہ وہ اس کے لیے ایک کمیٹی مقرر کر دیں۔ الغرض 1847ء میں مجلس علوم وفنون (Society of Arts and Sciences) کے نام سے بیروت میں ایک سوسائٹی وجود میں آگئی۔[10]

یازجی، بستانی، ایلی اسمتھ، کارنیلیس وان ڈائیک اور متعدد دیگر امریکی بھی اس کے ممبر تھے۔[11] اپنے قیام کے دو سالوں میں ہی سوسائٹی کے ارکان کی تعداد پچاس ہو گئی، جن میں سے اکثریت بیروت سے تعلق رکھنے والے عیسائی شامیوں کی تھی۔ کوئی بھی رکن مسلمان یا دروزی نہ تھا۔ اس کی ایک مختصر مگر کارآمد لائبریری بھی تھی، جس کا لائبریرین یازجی تھا اور سیکرٹری بستانی۔ یہ سوسائٹی پانچ سال قائم رہی۔[12]
اس کے بعد اسی طرز پر دیگر سوسائٹیاں بھی قائم ہو گئیں، جنہوں نے عرب قومی تحریک کی نشوونما میں اہم کردار ادا کیا۔ 1850ء میں اورینٹل سوسائٹی قائم ہوئی۔[13] جس کا روح رواں متحرک فادر دی پرونیئرس (Father de Prunieres) تھا۔ اس سوسائٹی کی رکنیت کچھ شامیوں اور کچھ غیر ملکیوں سمیت البتہ کلی طور پر عیسائیوں پر مشتمل تھی۔[14]

جب پہلی دو مجلسیں تشکیل دی گئیں، مذہبی تعصب ماحول پر غالب تھا اور مسلمان اور دروزی اس سے باہر ہی رہے۔ مگر جوں جوں وقت گزرتا گیا، خیالات میں جنبش ہوئی اور رفتہ رفتہ علم کی کرنوں سے تعصب کا دھندلکا چھٹنے لگا۔ چنانچہ مسلمانوں نے بھی ایک تجویز پیش کی کہ عیسائی اثر و رسوخ ختم کیا جائے تو وہ بھی تعلیم کے فروغ میں تمام عقائد کو یکجا کرنے کے لیے ایک نئی سوسائٹی کی تشکیل میں شامل ہو جائیں گے۔

الغرض 1857ء میں "الجمعية العلمية السورية" (Syrian Scientific Society) معرض وجود آئی۔ اس کے ممبروں کی تعداد 150 تک پہنچ گئی۔ اس میں تمام مذاہب کی ممتاز عرب شخصیات بھی شامل تھیں۔[15] اس کی مجلس ادارت میں دروزی عالم امیر محمد ارسلان، ایک بااثر مسلم خاندان کا حسین بیہم اور تمام فرقوں سے تعلق رکھنے والے عیسائی بھی موجود تھے جن میں بستانی کا بیٹا بھی شامل تھا۔[16]

تاریخ میں اس سوسائٹی کی بہت اہمیت ہے۔ اس سوسائٹی نے ایک مشترک نصب العین کے لیے فعال اشتراک و تعاون میں، مختلف مذاہب کے لوگوں کو متحد کر دیا تھا۔ جارج اینٹونیس اس سوسائٹی کی تاریخی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "The foundation of the Society was the first outward manifestation of a collective national consciousness, and its importance in history is that it was the cradle of a new political movement."[17]

ترجمہ:"سوسائٹی کا قیام، اجتماعی قومی شعور کا اوّلین مظہر تھا اور تاریخ میں اس کی اہمیت یہ تھی کہ وہ ایک نئی سیاسی تحریک کا نقطہ آغاز بھی تھا۔"

اوّلین قصیدہ حریت و آزادی:

یہ شامی سائنٹفک سوسائٹی کے مخصوص ارکان کی ایک خفیہ میٹنگ تھی، جس میں گویا عرب قومی تحریک کی اوّلین صدا بلند ہوئی۔ ارکان میں سے ایک عظیم ہستی ناصیف یازجی کے ایک بیٹے ابراہیم یازجی نے ایک قصیدے کی صورت میں آزادی وحب الوطنی پر مبنی ایک نظم لکھی[18] بنیادی طور پر یہ نظم عربوں کو شورش وبغاوت پر برانگیختہ کرنے سے عبارت تھی۔ یہ عربوں کے نسلی کارناموں، عربی ادب کی شان وشوکت اور اس مستقبل سے متعلق تھی جس پر عربوں کو. اپنے ماضی سے تحریک حاصل کرتے ہوئے خود کو ڈھالنا چاہیے۔[19] اسے سوسائٹی کے ان آٹھ ارکان کے روبرو دھیمی آواز میں پڑھا گیا جو ایک اندھیری خاموش رات میں ایک گھر میں جمع ہوئے تھے اور ہم خیالی کی وجہ سے ایک دوسرے سے بخوبی واقف تھے۔[20] اس نظم نے عرب وطنی تحریک اور قومی ونسلی افتخار کے جذبے کو پروان چڑھانے میں انتہائی اہم اور مؤثر کردار ادا کیا۔

جارج اینٹونیس، بیداری عرب تحریک میں اس نظم کے کردار کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "The poem had a wide circulation……It was spread by word of mouth throughout the town and, later, throughout the country, without a hint to betray it origin. It made a particular appeal to the students and stamped their minds in their receptive years with the impress of racial pride.[21]

ترجمہ:"یہ نظم وسیع حلقوں میں پھیل گئی، یہ نظم منہ زبانی پہلے پورے شہر میں اور پھر پورے ملک میں پھیل گئی، اپنے منبع سے متعلق ہلکا سا بھی اشارہ دیئے بغیر۔ اس نے بالخصوص طلباء کو زیادہ اپیل کیا اور تاثر پذیری کے عہد نوجوانی میں نسلی و قومی افتخار کے نقوش کو ان کے قلوب واذہان میں مرتسم کردیا"

ناصیف یازجی:

ناصیف یازجی 25 مارچ 1800ء میں لبنان کے ایک قریہ میں ایک ممتاز عیسائی گھرانے میں پیدا ہوا۔[22] اس کا سلسلہ نسب حسب ذیل ہے: ناصیف بن عبداللہ بن ناصیف بن جنبلاط بن سعد الیازجی۔[23]

سولہ سال کی عمر میں اسے اعلیٰ کلیسائیت سے متعلق سیکرٹری کے عہدے کے لیے منتخب کرلیا گیا۔[24] مگر اس کی یہ ملازمت صرف دو یا تین برس ہی رہی۔ بیسویں سال میں اس نے امیر بشیر[25] کی چانسری میں ملازمت قبول کرلی جہاں وہ 1840ء تک 12 سال اس کی خدمت میں رہا۔[26] یازجی بائبل کے عربی ترجمہ میں ڈاکٹر ایلی اسمتھ کا ساتھی اور مدومعاون بھی تھا۔[27] ناصف یازجی عربی زبان وادب میں زبردست مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے ایک شاعر، ماہر لسانیات اور استاد کی حیثیت سے بہت سے شعبوں میں مہارت حاصل کی لیکن زیادہ تر انہوں نے اپنے ادبی مجموعے "مجمع البحرین" سے وسیع شہرت حاصل کی جو 1856ء میں بیروت سے شائع ہوا۔[28]

"بیداری عرب تحریک" میں کردار:

ناصیف یازجی نے بیداری عرب تحریک میں بھی انتہائی اہم اور کلیدی کردار ادا کیا۔ انہوں نے ادب قدیم کے احیاء اور عرب قومی شعور وآگہی کی بیداری کی بھرپور وکالت کی اور وہ طلباء کے ایک بڑے حلقے کو اس بات پر مائل کرنے میں کامیاب ہوگیا کہ یہی وہ راہ ہے جس میں اس کی قوم کی فلاح ونجات مضمر ہے۔[29] انہوں نے تمام ادیان ومذاہب کے ماننے والے عربوں اور مسلمانوں کی طرح عیسائیوں کو بھی مخاطب کیا اور انہیں اپنے مشترکہ ورثے کو یاد کرنے پر اور پھر اس کی بنیادوں پر اخوت وبھائی چارے پر مبنی مستقبل قائم کرنے پر برانگیختہ کیا۔[30]

وفات:

ناصیف یازجی نے 8 فروری، 1871ء کو بدھ کے دن وفات پائی۔[31] ان کی آخری رسومات میں ایک بہت بڑے جم غفیر نے شرکت کی۔ ان کی آخری رسومات کی روداد بیان کرتے ہوئے ایچ ایچ یوسف لکھتے ہیں:

"An immense crowd followed the sheikh to his grave, among them nearly 800pupils from the schools and seminaries of Beirut a noble tribute to his great learning. Such a sight had not been seen in Beirut Since the days of Justinian.[32]

ترجمہ: "ایک بڑا ہجوم میت کے پیچھے ان کی قبر تک گیا۔ ان میں بیروت کے اسکولوں اور مدارس کے تقریباً 800شاگرد شامل تھے، جو ان کی عظیم تعلیم کو خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ جسٹینن کے زمانے سے بیروت میں ایسا نظارہ نہیں دیکھا گیا تھا۔"

بطرس بستانی:

"بیداری عرب تحریک" کی سرکردہ شخصیات میں سے دوسری عظیم شخصیت بطرس بستانی ہیں۔ آپ لبنان کی ایک چھوٹی سی بستی "دیبہ" میں، جو کہ دیر القمر سے تین گھنٹے کی مسافت اور بیروت سے سات گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے، 1819ء میں امیر بشیر الثانی الشہابی کے عہد میں پیدا ہوئے۔[33] ان کا سلسلہ نسب حسب ذیل ہے: بطرس بن بولوس بن عبد اللہ بن کرم بن شدید بن ابو شدید بن محفوظ بن ابو محفوظ البستانی[34] آپ عیسائیوں کے مارونی فرقے کے قابل ذکر افراد میں سے تھے۔[35]

بستانی نے اپنے دور میں میسر بہترین تعلیم حاصل کی اور عربی کے ساتھ دیگر زبانیں بھی سیکھیں۔ دس برس کی عمر میں وہ عین ورقہ کے خانقاہی کالج میں داخل ہوا۔[36] جہاں اس نے عربی، سریانی، اطالوی اور لاطینی زبانیں سیکھیں۔[37] ساتھ ساتھ قانونی علوم اور اپنی مادری زبان کے علوم بھی حاصل کیے۔

علمی خدمات اور تصانیف:

بستانی نے تصنیف و تحریر کے میدان میں نمایاں خدمات سر انجام دیں اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ ان کی چند مشہور تصانیف درج ذیل ہیں:

1. **تورات کا عبرانی سے عربی ترجمہ:**

بستانی نے ایلی اسمتھ کی رفاقت میں توراۃ کے عربی ترجمہ کی ابتداء کی۔ یہ ترجمہ تقریباً دس برس تک اس کی بنیادی اور اہم مصروفیت بنا رہا۔[38]

2. **محیط المحیط (Circumference of the Ocean)**

یہ کتاب 1870ء میں دو جلدوں میں منظر عام پر آئی۔[39] اس کتاب میں بستانی نے مشہور ترین لغات سے استفادہ کیا ہے اور ثلاثی مجرد کے پہلے حرف کے اعتبار سے حروف ہجاء کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ اس کتاب میں بہت سے ان عجمی الاصل الفاظ کی وضاحت کی گئی ہے، جن کی اصل مجہول یا مہمل تھی۔[40]

3. **قطر المحیط (Diameter of the Ocean)**

محیط المحیط کی تصنیف سے فارغ ہونے کے بعد بستانی کو اندازہ ہوا کہ اس کی ضخامت نوجوان طلبہ کی بڑی اکثریت کو اس سے دور کر دے گی چنانچہ انہوں نے اس کا خلاصہ تیار کیا، جس کا نام انہوں نے قطر المحیط رکھا۔[41]

4. دائرۃ المعارف(Encyclopedia)

یہ ان کا دوسرا بڑا کام تھا۔ انہوں 1875ء میں اپنے بیٹے سلیم کے تعاون سے اس کی تصنیف کا آغاز کیا۔ اور دستیاب یورپی مآخذ سے بھی بھرپور فائدہ اُٹھایا۔[42] ان کی وفات تک اس کی چھ جلدیں منظر عام پر آچکی تھیں اور ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے اور ان کے خاندان کے دیگر افراد نے اس سلسلے کو جاری رکھا۔[43]

بیداریٔ عرب تحریک میں کردار:

بستانی نے عرب وطنی تحریک اور عرب قومی شعور و آگہی کی بیداری میں کلیدی کردار ادا کیا۔ بستانی کو پہلے شامی قوم پرست ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔[44] انہوں نے بیداریٔ عرب کے لیے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ ان میں سے چند خدمات کا تذکرہ حسب ذیل ہے۔

- نفیر سوریہ (Clarion of Syria) کا اجراء: یہ ایک ہفت روزہ اخبار تھا اور ملک میں شائع ہونے والا سب سے پہلا سیاسی جریدہ تھا۔ 1860ء میں بستانی نے اس کا اجراء کیا۔[45] یہ اخبار مختلف عقائد کے درمیان ہم آہنگی کے لئے اور علم و آگہی کی جستجو کے باعث جنم لینے والی یکجہتی کے لیے وقف تھا۔ علم و شعور کے فروغ کے لیے وہ ہفتہ بہ ہفتہ اپنے اخبار کے کالموں میں روشن خیالی کی جانب لے جانے والے بحث و مباحثے کرتا، جو مذہبی جنونیت کے خاتمے اور اعلیٰ افکار کی پیدائش دونوں کے لیے کام کرتے۔[46]
- مدرستہ الوطنیہ کا قیام: 1863ء میں آپ نے مدرستہ الوطنیہ کے نام سے ایک اسکول قائم کیا۔[47] اس اسکول کے قیام کا مقصد، تمام اعتقادات و مذاہب کے بچوں کو مذہبی رواداری اور حب الوطنی کے خیالات پر مبنی تعلیم فراہم کرنا تھا۔[48] اس اسکول نے جلد ہی شہرت حاصل کرلی اور شام، عراق، مصر اور یونان وغیرہ کے تمام گوشوں سے طلبہ اس کی جانب کھنچے چلے آئے۔[49]
- الجنان کا اجراء: 1870ء میں انہوں نے الجنان کے نام سے ایک علمی، سیاسی اور ادبی مباحث پر مبنی جریدے کا آغاز کیا۔[50] اس کا مقصد بھی مذہبی جنونیت کا مقابلہ کرنا، افہام و تفہیم کی دعوت دینا اور قومی فلاح و ترقی کے لیے یکجہتی پر زور دینا تھا۔[51] انہوں نے اسے یہ نعرہ دیا: "حب وطن جزو ایمان ہے" یہ نعرہ اس جریدے کی ہر اشاعت کے سرورق. پر بطور عنوان بستانی کی زندگی میں خوب پابندی کے ساتھ شائع ہوتا رہا۔[52]
- مختلف سوسائٹیوں کا قیام: بستانی نے یازجی اور میخائل کے ساتھ مل کر تین اہم سوسائٹیوں کے قیام میں کلیدی کردار ادا کیا، جن سوسائٹیوں نے "بیداریٔ عرب تحریک" میں بنیادی کردار ادا کیا۔ وہ تین سوسائٹی حسب ذیل ہیں۔

- The Syrian Association.
- The Syrian Scientific Association.
- The Secret Association.[53]

خفیہ تنظیم(The Secret Association)

عرب وطنی تحریک کے اوّلین منظم اقدام کا سراغ 1875ء یعنی عبدالحمید کی تخت نشینی سے دو برس قبل ملتا ہے، جب بیروت میں شامی پروٹسٹنٹ کالج کے تعلیم یافتہ پانچ نوجوانوں نے ایک خفیہ سوسائٹی تشکیل دی۔ یہ سب عیسائی تھے لیکن انہوں نے مسلمانوں اور دروزیوں کو بھی شامل کرنے کی اہمیت کا اندازہ لگالیا تھا، چنانچہ کچھ عرصہ بعد ہی وہ تقریباً بائیس افراد کی رکنیت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے، جو مختلف عقائد و مذاہب سے تعلق رکھتے تھے اور ملک کی روشن خیال اشرافیہ کی نمائندگی کرتے تھے۔

بیروت خفیہ سوسائٹی (Beirut Secret Society)

یہ سوسائٹی بعد میں بیروت خفیہ سوسائٹی (Beirut Secret Society) کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کا مرکز بیروت تھا، تاہم دمشق، ترپیولی اور سیدون میں بھی اس کی شاخیں قائم کرلی گئی تھیں۔[54] ابتداء میں اس سوسائٹی کا طریقہ کار خفیہ میٹنگوں تک محدود تھا، جن میں اس کے ارکان آراء وافکار کا تبادلہ کرتے اور منصوبوں کو زیر بحث لاتے اور اپنے سیاسی نظریات کو ذاتی روابط کے ذریعے پھیلاتے تھے۔[55] لیکن تین چار سال بعد انہیں احساس ہوا کہ اپنی اپیل کے دائرے کو وسیع کیا جائے اور اس کے لیے جو طریقہ انہوں نے منتخب کیا، وہ تھا گلیوں میں گمنام پوسٹروں کا چسپاں کرنا، کیونکہ ترکی بیوروکریسی کی سخت نگرانی وجاسوسی کی وجہ سے ایک ہی راستہ ان کے لیے کھلا تھا۔[56] جارج اینٹونیس ان کے طریقہ کار کے بارے میں لکھتے ہیں:

> Once this decision was taken, they set to work with the agility of youthful conspirations. Having drafted the text of an appeal they would spend long nightly vigils making out innumerable copies of it in disguised handwritings. Then at an agreed hour at dead of night, the younger members would go out, with pots of glue in their pockets, and stick as many placards as they found time for on the walls of in the city.[57]

ترجمہ: "جب ایک بار یہ طے کرلیا گیا، تو انہوں نے نوجوان سازشیوں کے ولولے کے ساتھ کام شروع کردیا۔ ایک اپیل لکھ لینے کے بعد، انہیں راتوں کو طویل انتظار کرنا پڑتا تاکہ وہ مسخ شدہ تحریروں میں اس کی بے شمار نقول تیار کرسکیں۔ پھر رات کے سکوت میں کسی مخصوص طے کردہ گھڑی پر نوجوان ممبر باہر جاتے، ان کی جیب میں گوند ہوتی اور اس محدود وقت میں جتنا ممکن ہو سکتا، وہ شہر کی دیواروں پر پوسٹرز چسپاں کردیتے"

صبح ہر پوسٹر کے پاس ایک بھیڑ نظر آتی اور اسی بھیڑ میں سے کوئی ایک شخص اسے باآواز بلند پڑھ کر سنا رہا ہوتا کہ اسی اثناء میں پولیس آن پہنچتی، پوسٹروں کو نوچ کر پھاڑ ڈالتی اور آس پاس کھڑے لوگوں کو گرفتار کرلیتی۔[58] ان پوسٹروں کا مواد نجی محفلوں میں بحث ومباحثے کا موضوع فراہم کردیتا۔ سوسائٹی کے ممبران، اپنے دوستوں کے درمیان پھیل جاتے، ان میں جاری بحث ومباحثوں میں حصہ لیتے اور دل ہی دل میں عوامی تبصرے نوٹ کرلیتے۔[59] پھر وہ اپنی اگلی اپیل کو پچھلی اپیل سے حاصل شدہ اثرات کی روشنی میں مرتب کرتے اور اپنی تحریروں کے طرز وانداز اور ادبی معیار کو بدلتے رہتے۔ حتیٰ کہ گرامر کی غلطیوں کا بھی وہ باقاعدہ ارتکاب کرتے رہتے، جس کی وجہ سے اصل مصنف کی شناخت مشتبہ کی مشتبہ ہی رہتی۔[60]

یہ پوسٹرز ترکی حکومت کی خرابیوں پر مشتمل ہوتے اور عرب باشندوں کو بغاوت پر اور اس کی حکومت کو اکھاڑ پھینکنے پر برانگیختہ کرتے۔ ترک حکومت میں ظلم، زیادتی اور ناانصافی جیسی برائیاں عام تھیں، بدانتظامی عروج پر تھی اور فوج کا بھی براحال تھا۔ ترک فوج میں نشے کی عادت بھی عام تھی۔ جب بھی اس پر پابندی لگانے کا فرمان جاری ہوتا، فوج بغاوت کردیتی اور فرمان واپس لینا پڑتا۔

مشہور مصری مؤرخ عبد الرحمٰن جبرتی اس فوج کی اصل حالت کی تصویر کشی کرتا ہے۔ یہ بیان اس وقت سے تعلق رکھتا ہے جب وہابیوں کو عثمانیوں کے مقابلے میں پہلے پہل کامیابی حاصل ہو رہی تھی۔ وہابیوں کی مذہبی حالت اور ان کے تقویٰ وتدین کی تصویر کھینچتے ہوئے وہ کہتا ہے:

"ہم کیسے فتح یاب ہوسکتے ہیں، جبکہ ہمارے اکثر دستے مسلمان نہیں۔ ان میں بعض تو ایسے ہیں جن کا کوئی دین نہیں اور وہ کسی دین پر یقین ہی نہیں رکھتے۔ ہمارے ہم نشین پرلے درجے کے شرابی لوگ ہیں۔ ہمارے لشکر میں اذان کی آواز تک سنائی نہیں دیتی نہ یہاں فرض نماز پڑھی جاتی ہے۔ مومنین (وہابی) تو ایک امام کے پیچھے صفیں باندھ کر خشوع خضوع سے نماز ادا کرتے ہیں اور جب عین لڑائی میں نماز کا وقت آجاتا ہے تو مؤذن اذان کہتا ہے اور وہ صلوۃ الخوف پڑھتے ہیں۔ یہ دیکھ کر ہماری فوج کو تعجب ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے کبھی صلوۃ الخوف کا نام تک نہیں سنا، چہ جائے کہ انہوں نے کسی لشکر کو اس سے پہلے صلوٰۃ الخوف پڑھتے ہوئے دیکھا ہو"[61]

عبد الرحمن الجبرقی عثمانی مصری فوج کی خرابیوں اور عیاشیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

"یہ لوگ (وہابی) اپنے پڑاؤ میں آواز دیتے ہیں اور کہتے ہیں چلو مشرکوں سے لڑو جو داڑھیاں منڈواتے ہیں۔ زنا اور اغلام بازی کو مباح خیال کرتے ہیں، شراب پیتے ہیں، ان کے اکثر فوجیوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ غیر مختون ہیں۔ یہ فوج بدر میں پہنچی اور اس پر قابض ہوئی اور اس کے علاوہ کئی دوسرے دیہاتوں اور وادیوں کو اپنے قبضے میں لیا، جہاں کے باشندے بہترین اہل علم اور نیک لوگ تھے، تو انہوں نے ان کو خوب لوٹا۔ ان کی عورتوں، بیٹیوں، بچوں اور کتابوں پر قبضہ کر لیا۔[62]

سوسائٹی کے اعلانات اور اغراض ومقاصد:

سوسائٹی کے اعلانات، اغراض و مقاصد اور رجحانات کا اندازہ قائم کرنے کے لیے سوسائٹی کی جانب سے چسپاں کیے گئے پوسٹرز کے متن کا مطالعہ ضروری ہے۔ جارج اینٹونیس لکھتے ہیں کہ ان پوسٹرز کے اصل الفاظ کی تلاش کے لیے میں نے بہت کوشش کی لیکن کسی کو بھی ان پوسٹرز کے اصل الفاظ معلوم نہیں تھے۔[63] جارج اینٹونیس مزید لکھتے ہیں کہ ایک بار میں لندن گیا ہوا تھا تو لندن میں پبلک ریکارڈ آفس میں میری نظر سے ایک ٹیلی گرام گزرا، جو بیروت میں برطانوی قونصل جنرل کی جانب سے تھا، مؤرخہ 28 جون 1880ء، اس کے الفاظ یہ تھے:

"بیروت میں انقلابی پوسٹرز سامنے آئے ہیں۔ مدحت پر ان کی تحریر کا شک ہے، سکون، وطمانیت کا دور دورہ ہے، تفصیل اگلی رپورٹ میں"[64]

بیروت میں موجود قونصل جنرل نے سوچا کہ اپنی رپورٹ کو مزید مستند بنانے کے لیے تین مختلف پوسٹرز کے عربی متن ساتھ لکھ دے جس میں کہ وہ اصلاً لکھے گئے تھے۔ ان میں سے ایک اصلی تھا جو پولیس کے آنے سے قبل ہی اتار لیا گیا تھا، جبکہ دوسرے دو نقول تھے۔[65] پہلا پوسٹر، مؤرخہ 3، جولائی 1880ء کی رپورٹ کے ساتھ ہے۔ یہ پوسٹر اپنے مصنفین کے خلوص اور حب الوطنی کا پرزور اثبات واظہار کرتا ہے۔ یہ پوسٹر باشندگان شام کو ترکوں کے استبداد کے تحت خواب غفلت پر اور ان کی ناچاقیوں کی عادات پر جھنجھوڑتا ہے، جس کی وجہ سے وہ یورپی عزائم کا نشانہ بنے رہتے ہیں۔[66] یہ اتحاد واتفاق کی اہمیت پر زور دیتا ہے اور لوگوں کو اپنے عربی افتخار سے اثر پذیر ہو کر اپنے اختلافات کو ترک کر دینے پر اور اپنے جابر حاکموں کے خلاف متحد ومتفق ہونے پر ابھارتا ہے۔[67] اس کا اختتام تلوار کے ایک نقش پر ہوتا ہے جس کے نیچے یہ شعر درج ہے: "بزور شمشیر میرے دور کے خواب حاصل ہوں گے، اگر تم کامیاب ہونا چاہتے ہو تو اس سے مدد حاصل کرو"

اصل شعر یہ ہے:

لنطلبن بحد السيف ماربنا
فلن يخيب لنا في جنبه أرب[68]

عرب قوم پرستی شروع ہی سے تمام عربوں کو یکجا کرنے کا مقصد رکھتی تھی۔1905ء میں عرب نیشنل کمیٹی کے پہلے اعلامیے میں اعلان کیا گیا کہ ترک، رسمی اور مذہبی معمولی مسائل پر تقسیم کرتے ہوئے عربوں پر مسلط ہیں۔ مگر عربوں نے اپنے قومی، تاریخی اور نسلی اتحاد کا شعور از سر نو حاصل کر لیا ہے اور وہ عثمانیوں کے کرم خوردہ شجر سے خود کو علیحدہ کرنے اور ایک آزاد ریاست قائم کرنے کے خواہشمند ہیں۔[69] اس اعلامیے میں مزید یہ اعلان کیا گیا کہ یہ نیا عربستان اپنی فطری حدود تک محیط ہو گا۔ دجلہ و فرات کی وادیوں سے سوئز کے میدانوں تک، بحر متوسط سے عمان تک پھیلا ہو گا۔ ایک عرب سلطان کے تحت یہ ایک آئینی، لبرل سلطنت ہو گی۔ حجاز کی موجودہ ولایت ضلع مدینہ کے ساتھ ایک آزاد ریاست تشکیل دے گی اور اس کا حاکم تمام مسلمانوں کا مذہبی خلیفہ ہو گا۔ ہماری سرزمین روئے ارض پر سب سے دولت مند اور عمدہ تھی، مگر اب بنجر اور صحرا بنی ہوئی ہے۔ ہم نے سو سال سے بھی کم مدت میں مشرق و مغرب کو زیر کر لیا تھا۔ ہم ہی نے علم، ثقافت اور علوم و فنون کو تمام خطوں میں پہنچایا اور کئی صدیوں تک دنیا کے تمدن کے مالک بنے رہے۔ مگر آج ہم میں سے ہر کوئی یہ دیکھ سکتا ہے کہ عرب کا پُر شکوہ شہرہ آفاق نام ترکوں اور غیر ملکیوں کے لیے کس قدر ادنی اور پُر حقارت ہو چکا ہے۔ ان (ترک) وحشیوں کے تحت ہم بدبختی اور جہالت کی کس اتھاہ گہرائیوں میں جا گرے ہیں، یہ ہر کوئی دیکھ سکتا ہے۔[70]

دوسرا پوسٹر جو اسی رپورٹ کے ساتھ ملحق ہے، ترکوں کی مذمت میں زیادہ واضح ہے۔ یہ ترکوں کو ان اصلاحات کی عدم تنفیذ پر سخت سست کہتا ہے، جس کا وہ بیس سال سے وعدہ کیے ہوئے ہیں اور ان ترکوں کو ناقابل اصلاح اور نااہل قرار دیتا ہے۔ یہ پوسٹر بالکل دوٹوک انداز میں شام کے لیے خود مختار حکومت کی حمایت و وکالت کرتا ہے۔[71]

تیسرا پوسٹر عرب سیاسی پروگرام سے متعلق اوّلین ریکارڈ شدہ بیان ہے۔ یہ حکمرانوں کی حیثیت سے ترکوں کی مزید عیب گیری سے شروع ہوتا ہے، جن کی بداعمالیوں میں عربی زبان سے جان چھڑانے کی کوشش کا اضافہ بھی ہو چکا ہے۔ یہ پوسٹر ترکوں کو احکام اور قوانین اسلام کا عادی مخالف ہونے پر مورد الزام ٹھہراتا ہے۔ یہ بیان کرتا ہے کہ ایک پروگرام کے خدوخال تیار کر لیے گئے ہیں، جسے اگر ضرورت پڑی تو تلوار کی نوک پر بھی بروئے کار لایا جائے گا۔[72] اس پروگرام کے بنیادی نکات یہ ہیں:

- لبنان کے ساتھ الحاق کرتے ہوئے شام کو آزادی سونپنا۔
- ملک میں عربی کو بطور سرکاری زبان تسلیم کرنا۔
- آزادی رائے اور فروغ علم پر سنسر شپ اور دیگر پابندیاں ہٹانا۔
- مقامی بھرتی شدہ یونٹوں کو صرف مقامی فوجی خدمت تک رکھنا۔[73]

یہ پوسٹر بھی ترک حکومت کی بدانتظامی، ظلم و زیادتی اور ناانصافی جیسی برائیوں پر مشتمل تھا۔ فوج کا جو برا حال تھا اس کا اندازہ جبر تی کے سابقہ بیانات سے لگایا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ عمال و امراء حکومت کی حالت بھی اچھی نہ تھی۔ مثلاً مدحمت پاشا کو جب گرفتار کیا گیا تو وہ آزاد منش ادباء و شعراء کے ساتھ محفل ناؤ و نوش لگائے بیٹھا تھا۔ اس کے علاوہ انجمن اتحاد و ترقی کے جدت پسندوں نے اسلام مخالف احکامات بھی صادر کیے جس سے مخالفین کو بغاوت کا جواز فراہم ہوا۔

چنانچہ شریف حسین اپنے اعلان بغاوت میں ان امور کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے:

"قسطنطنیہ کا ایک اخبار الاجتہاد وزیر اعظم اور شیخ الاسلام کی عین آنکھوں کے نیچے خلاف اسلام مضامین شائع کرتا ہے۔ مثلاً اس میں ایک مضمون چھپا جس میں مرد کے دو حصوں اور عورت کے ایک حصے کا انکار کیا گیا۔ اسی طرح مکہ، مدینہ اور دمشق میں مقیم فوجوں کے لیے رمضان کے روزے افطار کرنے کی ہدایت کی گئی۔ اس سے بھی بڑھ کر اس کمیٹی نے خلیفہ

کے اختیارات کو محدود کر کے خلافت اسلامیہ کو نقصان پہنچایا۔ انور پاشا، جمال پاشا اور طلعت بے اپنی من مانیاں کرتے رہے۔ انہوں نے اکیس مسلم رؤساء کو قتل کر دیا۔ ان کی عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں کو بھی سخت اذیتیں پہنچائیں۔ ان کے اموال و املاک قرق کر لیے گئے۔ انہوں نے قبلہ مسلمین کعبہ مشرف پر اپنی توپوں سے دو شیل فائر کیے، جس سے غلاف کعبہ جل اٹھا لوگوں کا ہجوم چیختا چلاتا آگ بجھانے آیا تو عثمانیوں نے مقام ابراہیم پر تیسرا گولہ مارا. جبکہ رائفلوں سے گولیوں کی بوچھاڑ پہلے سے جاری تھی۔ ہر روز تین سے چار لوگ اس فائرنگ میں مارے جاتے رہے"[74]

تحریک افکار و تصورات پر سوسائٹی کے اثرات:

سوسائٹی کی اپیلیں نوزائدہ عرب تحریک کی طرف سے شاید اوّلین نقارے کی آوازتھیں۔ پائی جانے والی یہ قدیم ترین تنظیم ہے جس کا باقاعدہ سیاسی نصب العین تھا۔ تیسرے پوسٹر میں جس پروگرام کا اعلان کیا گیا بعد میں آنے والوں کے لئے اس نے نمونہ قائم کر دیا۔ تحریک کی تاریخ میں پایا جانے والا یہ سیاسی عزائم پر مبنی اوّلین بیان ہے۔[75] یہ اس دور کی واحد دستاویز کی حیثیت سے توجہ کا مستحق ہے، جو ہمیں اوّلین ایام کی عرب قوم پرستی کی نوعیت اور امکانات کی مستند تصویر فراہم کرتی ہے۔ یہ صرف انیسویں صدی کے ربع اخیر ہی میں واقعہ ہوا کہ شام میں دنیائے افکار و نظریات پر جس تصوّر نے دھاوا بولا، اس نے عرب قوم پرستی کے مقامی درخت پر ہی اپنا پیوند لگایا۔[76]

پھر 1880ء میں بیروت سوسائٹی کا پروگرام اپنی اضافی تاریخی قدر و قیمت بھی رکھتا ہے کیونکہ وہ ہمیں اس قابل بناتا ہے کہ تحریک کی عین پیدائش میں کار فرما کلچرل رجحانات کو تسلیم کرتے ہوئے، ہم ایک نئے تصور کی ابتدائی علامات کو زیر غور لا سکیں۔ یعنی خالص قومی بنیاد پر قائم سیاسی طور پر آزاد ریاست کا تصور۔ الغرض بیروت خفیہ سوسائٹی نے تحریک افکار و تصورات پر گہرے اثرات مرتب کیے جس کی وجہ سے بیداری کی لہر تمام عرب علاقوں میں تیزی سے پھیلنے لگی۔

سوسائٹی کا پروگرام:

اس پروگرام کا پہلا اصول، آزادی کے حصول پر مشتمل تھا جو شام اور لبنان سے الحاق پر مبنی تھا۔ دراصل 1864ء میں قانون اساسی کے نتیجے میں لبنان میں ایک خود مختار حکومت قائم ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے لبنان کو باقی پورے شام سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔[77] لیکن یہ علیحدگی عرب احیاء کی روح، اتحاد و ہم آہنگی کے سراسر خلاف تھی۔ چنانچہ 1880ء میں بیروت پروگرام کے خالقین نے تاریخ میں پہلی بار فرقہ وارانہ تشخص کے بر خلاف ایک آزاد ریاست کے تصور کو اپنایا، جس میں سیاسی شناخت کا قوم پرست تصوّر سرایت کیے ہوئے تھا۔[78]

پروگرام میں موجود دوسرا نکتہ احیاء کے اوّلین مرحلے کا راست انعکاس تھا۔ یعنی عربی زبان کی تجدید[79] دراصل سرکاری زبان کی حیثیت سے ترکی زبان کا استعمال شام میں زیادہ وسیع پیمانے پر مسلط کر دیا گیا تھا۔ ماتحت عدالتوں اور پبلک سروسز میں انتظامیہ کا کاروبار ترکی زبان میں سرانجام دیا جاتا تھا۔[80] اس کے ساتھ ساتھ وہاں سنسر شپ بھی قائم تھی جو شدت و حماقت میں بتدریج بڑھتی اور غیر ملکی کتابوں پر پابندی لگانے کے لیے دست درازی کرتی جاتی تھی، ساتھ ساتھ مقامی اظہار خیال پر بھی قفل چڑھاتی جاتی تھی۔[81]

چنانچہ پروگرام کے خالقین نے مطالبہ کیا کہ عربی کو بطور سرکاری زبان تسلیم کیا جائے۔ پروگرام میں موجود تیسرا نکتہ، حال ہی میں متعارف ہونے والے عمل کے خلاف احتجاج تھا جو کہ یمن کے عربوں سے لڑنے کے لیے شام میں بھرتی شدہ عرب دستوں کی روانگی کا عمل تھا۔[82] چنانچہ پروگرام کے خالقین نے مطالبہ کیا کہ مقامی بھرتی شدہ یونٹوں کو صرف مقامی فوجی خدمت تک محدود رکھا جائے۔

تاریخ تحریک میں سوسائٹی کا مقام:

تاریخ تحریک میں بیروت خفیہ سوسائٹی ایک خاص مقام اور اہمیت کی حامل ہے۔ کیونکہ سوسائٹی کا احتجاج اپنے اصل مدعا تک رہا یعنی قومی و نسلی احساس کو سیاسی عقیدے میں بیان کرنا۔[83] اس طرح اس نے نہ صرف ایک پھریرا لہرا دیا تھا بلکہ اس وقت جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت تھی، یعنی راستے کی سمت کی جانب اشارہ کرنے والا تیر بھی لگا دیا تھا۔

1880ء کا پروگرام، اس کی فطری اہمیت سے بالکل قطع نظر، تاریخی طور پر اس لئے بھی قابل توجہ ہے کہ وہ اس اوّلین لہر کی پیش رفت کی علامت ہے۔ ٹھوس نتائج کی راہ سے اس نے قابل دید تو کچھ بھی حاصل نہ کیا۔ اس کا حاصل حصول اس قومی شعور کے خفیہ اضافوں میں ہی مخفی رہا جس کی وہ علامت بن گیا تھا۔ وہ اذہان جنہوں نے اسے ایک نا آشنا قوم کے موہوم انتظار میں سے صورت بخشی، وہ اپنے زمانے سے آگے سوچ رہے تھے۔ مگر انہوں نے مسئلے کو بالکل صاف طور پر اور بحیثیت مجموعی دیکھ لیا تھا اور ان کی بصیرت و فراست کو زمانہ مابعد میں جو خراج تحسین پیش کیا گیا، وہ ان کے اصولوں کے ساتھ ان کا پروگرام تھا، جس پر بہر حال کوئی سبقت نہ لے جا سکا۔

حوالہ جات و حواشی

[1] اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب، عرب قومی تحریک کی داستان**، مترجم ریحان عمر، (کراچی: قرطاس پبلیشرز، 2019ء)، ص 24۔

[2] Antonius, George, **The Arab Awakening-The story of the Arab National Movement**, J. B Lippincott Company, Philadelphia, New York, 1939 Page:36

[3] اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب**، ص 25۔

[4] ایضاً، ص 26۔

[5] ایلی اسمتھ 1801ء میں نارتھ فورڈ میں پیدا ہوا، ہیل اور اینڈور میں تعلیم حاصل کی۔ "ہولی آرڈر" حاصل کرنے کے بعد وہ پریسبائیٹرین مشن سے وابستہ ہو گیا۔ سب سے پہلے اسے مالٹا میں مشنری پرنٹنگ پریس کی نگرانی سونپی گئی۔ 1827ء میں وہ بیروت آیا ایک سال بعد ہی جنگ کے خطرے کے پیش نظر وہ بیروت چھوڑ گیا 1834ء میں وہ دوبارہ بیروت آیا اور اپنی باقی زندگی شام میں گزار دی۔ 1857ء میں اس نے بیروت میں انتقال کیا۔
https://en.m.wikipedia.org/wiki/Eli_Smith#(25-05-2024)

[6] Antomius, George, The Arab Awakening, P: 39

[7] اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب**، ص 30۔

[8] ڈاکٹر اے کلوٹ (A.Clot) جسے عموماً کلوٹ بے کے نام سے جانا جاتا ہے، ایک فرانسیسی سرجن تھا جس نے محمد علی کے دور میں مصر میں صحت عامہ اور طبی تعلیم کے شعبوں میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ یہ 1793ء میں فرانس میں پیدا ہوا اور 18 اگست 1968ء میں مارسلے میں وفات پائی۔ ڈاکٹر اے کلوٹ مصر میں قومی احیاء و نشاۃ کے مقصد سے شدید طور پر وابستہ تھا اس کی مکمل توجہ ہائی اسکولوں میں اصلی اور حقیقی عرب قوم پرستی کے جذبے کو پروان چڑھانے کی طرف تھی۔
[GerandN.Brrow, Clot- Bey: Founder of Western Medical Practice in Egypt ,The Yale Journal of Biology and Medicine. 48, 1975, PP :251-257]

[9] اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب**، ص 30۔

[10] اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب**، ص 41۔

[11] Antonius George, The Arab Awakening, p:51

[12] اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب**، ص 42، 41۔

[13] اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب**، ص 42۔

[14] Antonius George, The Arab Awakening, p:52

[15] Ibid, p:53

[16] اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب**، ص 43۔

[17] Antonius George, The Arab Awakening, p:54

[18] اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب**، ص 44۔

[19] ایضاً: ص 44۔

[20] Antonius George, The Arab Awakening,P:54

[21] Ibid, P: 54-55

[22] ttps://www.google.com/url?sa=t&source=web&rct=j&opi=89978449&url=https://en.wikipedia.org/wiki/Nasif_al-Yaziji&ved=2ahUKEwjql_6sq5SGAxVJBdsEHaZvATsQFnoECCQQAQ&usg=AOvVaw2C_zmn7Xp5_C1fnFt7gzkr (17-5-2024)

[23] Ibid

[24] [https://www.google.com/url?sa=t&source=web&rct=j&opi=89978449&url=https://en.wikipedia.org/wiki/Nasif_alYaziji&ved=2ahUKEwjql_6sq5SGAxVJBdsEHaZvATsQFnoECCQQAQ&usg=AOvVaw2C_zmn7Xp5_C1fnFt7gzkr (17-5-2024)]

[25] امیر بشیر الثانی الشہابی، شہاب خاندان کے طبقہ امراء سے تعلق رکھتا تھا، یہ 2 جنوری، 1767ء میں پیدا ہوا۔ اس نے اٹھارویں صدی کے ربع اخیر سے انیسویں صدی کے وسط تک لبنان پر حکومت کی۔ اس طرح وہ امیر فخر الدین کے بعد اتنے طویل عرصے تک حکمرانی کرنے والا دوسرا امیر تھا۔ 1850ء میں 83 سال کی عمر میں وفات پائی۔
[://www.google.com/url?sa=t&source=web&rct=j&opi=89978449&url=https://ar.wikipedia.org/wiki/%25D8%25A8%25D8%25B4%25D9%258A%25D8%25B1_%25D8%25A7%25D9%2584%25D8%25AB%25D8%25A7%25D9%2586%25D9%258A_%25D8%25A7%25D9%2584%25D8%25B4%25D9%2587%25D8%25A7%25D8%25A8%25D9%258A&ved=2ahUKEwiVqImkipiGAxU0bPEDHWvCCLIQFnoECFAQAQ&usg=AOvVaw1RevqUGjXirLHICRNwCuwK(17-5-24)]

[26] زیدان، جرجی، مشاہیرالشرق فی القرن التاسع عشر، (مصر: مطبعہ الہلال، ط: الثالث 1922ء)، 2/15۔

[27] Henry, Harris, Jessup, P.D., Fifty-three years in Syria New York, Fleming H. Revell Company,1910V:2, P:409

[28] https://www.google.com/url?sa=t&source=web&rct=j&opi=89978449&url=https://www.rem.routldge.com/articles/al-yaziji-nasif-1800

[29] اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب**، ص36۔

[30] ایضاً: ص37۔

[31] H.H. Jessup, Fifty-three years in seria, V: 2, P: 409

[32] Ibid, P: 409

[33] زیدان جرجی، مشاہیرالشرق فی القرن التاسع عشر، 2/27۔

[34] دی طرازی، فیلیب، تاریخ الصحافة العربیة، (مؤسسۃ ھنداوی، 2023ء)، ص131۔

[35] زیدان جرجی، مشاہیرالشرق فی القرن التاسع عشر، 2/29۔

[36] اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب**، ص37۔

[37] دی طرازی، فیلیب، تاریخ الصحافة العربیه، ص131۔

[38] اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب**، ص38۔

[39] ایضاً: ص38۔

[40] زیدان جرجی، مشاہیرالشرق فی القرن التاسع عشر، 2/29۔

[41] The Arab Aeakening P: 49

[42] زیدان جرجی، مشاہیرالشرق فی القرن التاسع عشر، 2/30۔

[43] ایضاً: 2/30۔

[44] https://www.google.com/url?sa=t&source=web&rct=j&opi=89978449&url=https://en.wikipedia.org/wiki/Butrus_alBustani&ved=2ahUKEwj415fS_JuGAxVjbfEDHR0FBfQQmhN6Bag VEAo&usg=AOvVaw29_fQ2LQteb6JRRwKG9lOS](20-5-24)

[45] زیدان جرجی، مشاہیرالشرق فی القرن التاسع عشر، 2/29۔

[46] اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب**، ص39۔

[47] دی طرازی، فیلیب، تاریخ الصحافة العربیه، ص132۔

[48] اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب**، ص39۔

[49] زیدان جرجی، مشاہیر الشرق، ج:2، ص:29

[50] ایضاً، ج:2، ص:29

[51] اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب**، ص40۔

[52]ایضاً: ص40۔

53[https://www.google.com/url?sa=t&source=web&rct=j&opi=89978449&url=https://en.wikipedia.org/wiki/Butrus_al-Bustani&ved=2ahUKEwj415fS_JuGAxVjbfEDHR0FBfQQmhN6BAgVEAo&usg=AOvVaw29_fQ2LQteb6JRRwKG9lOS

[54]اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب**، ص71۔

[55]ایضاً: ص72،71۔

[56]انطونیوس، جورج، **يقظة العرب، تاريخ حركة العرب القوميه**، ترجمہ کامل، ناصر الدین الاسد، الدکتور احسان عباس، (بیروت: مطبوعہ دار العلم للملایین، الطبعۃ الثامنہ، 1987ء)، ص150۔

[57]Antonius, George, The Arab Awakening, P. 79,80

[58]انطونیوس، جورج، **يقظة العرب**، ص150۔

[59]ایضاً: ص150۔

[60]اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب**، ص72۔

[61]الجبرتی، عبدالرحمٰن، **عجائب الاثاقی التراجم والاخبار**، (مطبوعہ مؤسّسہ ھنداوی، 2013ء)، 5/409۔

[62]ایضاً: 5/410،409۔

[63]اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب**، ص74۔

[64]انطونیوس، جورج، **يقظة العرب**، ص153۔

[65]ایضاً: ص153۔

[66]اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب**، ص75۔

[67]ایضاً: ص75۔

[68]انطونیوس، جورج، **يقظة العرب**، ص154۔

[69]Hans, Kohn, A History of Nationalism in the East, London, 1919,P: 278

[70]Hans, Kohn, A History of Nationalism in the East, London, 1919, P: 278

[71]اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب**، ص76،75۔

[72]ایضاً: ص154۔

[73]Antonius George, The Arab Awakening, P: 83-84

[74]Hussein ibn Ali, The Sherif of Mecca, The King of Hedjaz and Arab Independence, London,1917,P: 7-10

[75]اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب**، ص78۔

[76]اینٹونیس، جارج، **بیداری عرب**، ص79۔

[77]Antonius, George, The Arab Awakening, P: 86

[78] Idid, P: 87

[79]انطونیوس، جورج، **يقظة العرب**، ص158۔

[80]انطونیوس، جورج، **يقظة العرب**، ص159۔

[81]ایضاً: ص159۔

[82]Antonius, George, The Arab Awakening, P: 88

[83]Ibid, P: 89